© rasailojaraid.com

مُذاکرۂ علمیّہ

واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نقد و تبصرہ

ماہِ اگست کے "برہان" میں "حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کی تشریح" کے عنوان سے ایک مضمون قارئینِ "برہان" کے ملاحظہ سے گزرا ہے۔ یہ اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے واقعات سے متعلق "برہان" میں جو سلسلہ جاری ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ حضرات انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی حیات طیبہ سے متعلق جو "خرافات" اہل کتاب خصوصاً یہود کے یہاں پائی جاتی ہیں اور بدقسمتی سے ہماری بعض کتب تفاسیر میں بھی اُن کو درج کردیا گیا ہے، اُن سے مسلمانوں کے قلوب میں انبیاء و رسل کی پاک اور مقدس سیرت کے بارہ میں جو شکوک و شبہات کے مہلک جراثیم پیدا ہو رہے ہیں، اور اسلام کے ایک زبردست اور بنیادی عقیدہ "عصمتِ انبیاء" پر اُن کے ذریعہ ناقابل برداشت زد پڑ رہی ہے، اُن کا استیصال کردیا جائے، اور یہ بتایا جائے کہ قرآنِ عزیز نے حضرات انبیاء (علیہم السلام) کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اگر اُس کی تفسیر و تشریح کے لیے خارج سے کسی روایت یا واقعہ سے مدد نہ لی جائے تب بھی اُس کی کسی ایک آیت سے بھی ایسا مضمون ثابت نہیں ہوتا جو "عصمتِ انبیاء" یا اُن کی "جلالتِ شان" اور "مرتبۂ نبوت و رسالت" کے خلاف ہو بلکہ اس کے برعکس ان آیات سے اُن کے منصبِ عالی کی اور زیادہ تائید و تقویت ہوتی ہے، اور خدائے برتر کی جناب میں اُن کے انتہائی تقرب کی دلیل ملتی ہے، اس سلسلہ کی پہلی کڑی "حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کی تشریح" ہے جس میں شرح و بسط سے بحث کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سورۂ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاوہ ازیں برہان کے مضمون میں اس روایت کو بیان کردہ توجیہ کا مدار قرار نہیں دیا گیا بلکہ تصریح کردی گئی ہے کہ اس واقعہ کے سیاق وسباق کے پیش نظر صرف قرآن عزیز ہی اس تاویل کے لیے ناطق ہے البتہ اس روایت کو تقویت اور تائید کے لیے پیش کردیا گیا ہے لہذا اس روایت کو بالفرض شاذ تسلیم کرنے کے باوجود اس تاویل کو کمزور بتانا صحیح نہیں ہے۔

دوسرے جملے میں مسروق اور سعید بن جبیر سے منقول، حضرت ابن عباس کی روایت کو قوی کہنا محل نظر ہے، شاید مقالہ نگار کی نگاہ مشہور محدث ومفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس فیصلہ پر نہیں گئی جس کا حوالہ اصل مضمون میں بھی دیا جا چکا ہے اور جس کا حاصل یہ ہے کہ اوریا کے قصہ کے متعلق ذخیرۂ روایت میں ایک روایت بھی صحیح نہیں اور جو کچھ روایت کیا گیا ہے وہ سب اسرائیلیات سے ماخوذ، اور سرتاپا خرافات ہے

یہ تو ظاہر ہے کہ ابن کثیر حضرت ابن عباسؓ کی مسروق والی روایت سے ناآشنا نہیں ہیں اگر پھر بھی وہ کسی روایت کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور پُرزور الفاظ میں یہ تلقین کرتے ہیں کہ کسی تفصیل میں جائے بغیر فقط قرآنِ عزیز کے بتائے ہوئے اجمال پر ہی اعتقاد رکھنا چاہیے اور بس اور اس سے زیادہ صاف اور صریح قاضی عیاضؒ جیسے محدث اور مادح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے وہ فرماتے ہیں:۔ وقال الداؤدی لیس فی قصۃ داؤد صلی اللہ علیہ وسلم واوریاء خبر ثبت۔ (نسیم الریاض جلد ۴) یعنی داؤدی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریاہ کے واقعہ کے متعلق ایک روایت بھی ثابت نہیں ہے۔ اور محدث "خفاجی" صاحب نسیم الریاض اس کی شرح کرتے ہوئے اس کو اس طرح مضبوط اور قوی بناتے ہیں۔

وما قیل ان کلام الداؤدی طعن فی	اور یہ جو بعض کا خیال ہے کہ داؤدی کا روایات کے بارہ میں
الروایات من غیر دلیل لیس بشیٔ	یہ طعن کہ اوریا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کی تمام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فان ما روده فيه ما لا يليق بمقام الانبياء والاقدام عليه من غير رواية صحيحة لا يليق .

روایات غلط ہیں) بلا دلیل ہے سو یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ روایات میں جو کچھ پایا جاتا ہے وہ مقام انبیاء کے قطعاً لائق نہیں اور ایسی بات پر صحیح روایت کے بغیر قدم اٹھانا بالکل نامناسب ہے۔

اگرچہ قاضی عیاضؒ نے اس واقعہ کی بحث کے درمیان میں حضرت ابن عباس کی اس روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اگر اس واقعہ کی کوئی اصل تسلیم بھی کی جائے تو بہتر ہے کہ اس روایت کو لے لیا جائے مگر آگے چل کر مذکورۂ بالا داؤدی کے قول کو پیش کر کے فیصلہ یہی دیا ہے کہ اوریا سے متعلق ایک روایت بھی (خواہ وہ قول رسول ہو یا قول صحابی) صحیح نہیں ہے۔

ان ہر دو نقول کے بعد اوریا کے متعلق کسی حصہ کو بھی تسلیم کرنا، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اس کو قوی بتانا کس طرح جائز اور درست ہو سکتا ہے؟ غالباً یہی وجہ ہے کہ متقدمین و متاخرین عظیم المرتبہ مفسرین میں سے کسی ایک نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس کی اس روایت کو نقل نہیں فرمایا جو تفسیر ابن عباس میں حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ ابن کثیر، روح المعانی، بحر المحیط، خازن، تفسیر کبیر، فتح القدیر، وغیرہ کسی میں بھی اس روایت کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس صاحب روح المعانی، اور بعض دوسرے مفسرین نے ہماری بیان کردہ روایت ابن عباس کو نقل کیا ہے۔

اور سب سے زیادہ تعجب خیز یہ دعویٰ ہے کہ آیۃ "قد ظلمك بسؤال نعجتك" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابن عباس کی مسروق والی روایت قوی ہے" اس لیے کہ اس آیت کے کسی ایک جملہ سے یہ اشارہ نہیں نکلتا کہ اس میں اوریا کی بیوی کے واقعہ کا کوئی بھی ذکر ہے۔ پھر طلاق حاصل کرنے والی روایت کی اس سے کس طرح تائید ہو سکتی ہے۔ پھر نہ معلوم کہ اس واقعہ کی بیہودہ شہرت سے مقالہ نگار اس قدر کیوں متاثر ہیں کہ اُس کے کسی ایک حصہ کو تسلیم کر کے خود قرآنی شہادت اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقویت کے لیے پیش کرنے پر آمادہ ہیں۔

اس کے بعد مقالہ نگار ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ثانیاً اگر کسی شخص کے پیش نظر حضرت ابن عباس کی یہ روایت نہ ہو تو وہ صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید کی ان آیات کا یہ مطلب نہیں سمجھ سکتا بلکہ ظاہر الفاظ سے وہ اس کے خلاف مطلب نکالنے لگا یہ کتاب الٰہی تو درکنار معمولی انسان مصنفوں کے لیے بھی معیوب ہے (الیٰ) لیکن وہ قہار مفہوم سے ہٹا کر بات کو کسی اور طرف پھیرے جائے تو ایسی روایت کو شارح کے بجائے متمم کہنا پڑیگا اور اس سے لازم آئیگا کہ اس متمم کے بغیر قرآن ناقص ہے"۔

ہمیں حیرت ہے کہ علم معانی و بلاغت اور علم اصول کے ان قاعدوں کا اس جگہ بے موقعہ کیوں ذکر کیا گیا جبکہ "برہان" کا پورا مضمون پڑھنے کے بعد ہر شخص بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی روایت بھی سامنے نہ ہو تو قرآنِ عزیز کا سیاق و سباق خود یہ بتا رہا ہے کہ اس واقعہ کا مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) قرآنِ عزیز نے اوّل حضرت داؤد کے نبی اور مقرب الی اللہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے طریق پر چلنے کی دعوت دی ہے۔

(۲) مگر ساتھ ہی اُن کی اس لغزش کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ وہ جس روز محراب بند کر کے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوتے تو اُس دن مخلوقِ خدا کی ہدایت اور فصلِ قضایا کی خدمت (جو کہ منصبِ نبوت سے متعلق ہے) سے الگ ہو کر حقِ ولایت کو ادا کرتے تھے لیکن خدا کی مرضی معلوم کیے بغیر کسی طرح اُن کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اُن کی مرضی کے خلاف اُن کی عبادت میں خلل اندازی کرائی، اور خلق اللہ کی خدمت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے دو انسانوں کے مقدمہ کی روئداد بھی سنوادی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) حضرت داؤد نے مقدمہ کا اول فیصلہ سنایا اور نورِ نبوت سے فیضیاب عقل کے ذریعہ فوراً مطلب کو پہنچ گئے اور خدائے تعالیٰ کی اس آزمائش کو پہچان کر توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہو گئے

(۴) حق تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی اور ساتھ ہی صراحت کے ساتھ بتا دیا کہ تم دنیا میں خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجے گئے ہو اس لیے اس کا صحیح حق ادا کرو۔

(۵) اور مناسب مقام سمجھ کر خلافت سے متعلق بنیادی نصیحت بھی فرما دی کہ اتباعِ ہویٰ کبھی نہ ہو اور انصاف کبھی ہاتھ سے نہ جائے۔

بتائیے کہ اس صاف اور سادہ مطلب میں حضرت ابن عباس کی روایت کے مفہوم کے خلاف کون سا مفہوم پیدا ہوتا ہے، اور کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ روایت آیت کی شرح نہیں کرتی بلکہ اس کی متمم ہے۔ ہاں اگر اوریا کے قصہ کے اس حصہ کو مان لیا جائے جو فاضل مقالہ نگار نے تسلیم کیا ہے تو البتہ قرآنِ عزیز کا سیاق و سباق اس کے مفہوم کے قطعاً خلاف ہوگا اور یہ کہنا پڑیگا کہ اگر باہر سے اس واقعہ کا علم نہ حاصل ہو تو آیت کے معنی اس واقعہ کے قطعاً خلاف سمجھے جائینگے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر کسی کو اس واقعہ کا علم نہ ہو تو ہرگز ہرگز وہ قرآنِ عزیز کی ان آیات کو ان معنی میں لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

اور بعد کی آیت یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کا تو کسی طرح بھی اس غلط واقعہ سے جوڑ نہیں لگ سکتا ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:-

> ثالثاً خود حضرت ابن عباس نے بھی اس روایت کو وجہ عتاب کی تفسیر میں بیان نہیں کیا ہے بلکہ صرف اس امر کی تشریح میں بیان کیا ہے کہ خصمین کو دیوار پھاند کر محراب میں جانے کی ضرورت کیا پیش آئی تھی۔ الخ

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ حضرت ابن عباس نے یہ روایت وجہ عتاب کی تفسیر میں نہیں بیان فرمائی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس سے نفسِ مضمون کا انکار کیسے لازم آتا ہے، اس لیے کہ اگر ایک روایت کسی خاص غرض سے بیان کی جائے لیکن ضمناً اس سے کسی دوسرے واقعہ کی تائید تقویت بھی نکلتی ہو تو محض اس لیے کہ راوی نے اس کو اس تائید کے لیے بیان نہیں کیا تائید کے ثبوت کا انکار کس طرح لازم آجائیگا۔ رہا حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا معاملہ ہو ہم محدثین و مفسرین کے اقوال سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیتِ عتاب کی تفسیر میں اوریا کی بیوی سے متعلق ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ اس واقعہ سے الگ ایک روایت مسند احمد میں ابنِ عباس سے مروی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح بتایا ہے اور برہان میں اس کو بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ سو اگر یہ بات مضر ہے تو مقالہ نگار کے حق میں تو مضر ہے جن کے جواب کا مدار ہی حضرت ابن عباس کی ضعیف اور غیر مستند مسروق والی روایت پر ہے اور ہمارے لیے تو یہ بات کسی طرح مضر نہیں جبکہ ہم قرآن عزیز کے اس موقعہ کی تفسیر خود قرآن عزیز کے سیاق و سباق اور نفس مفہوم سے کر رہے ہیں۔ البتہ تائید و تقویت کے لیے ابن عباس کی اس روایت کے ان جملوں کو بھی پیش کر دیتے ہیں جو ضمنی طور پر ہمارے مدعا کے حق میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور اس طرح کا استدلال تمام علماءِ عقل و نقل میں شائع ذائع ہے۔

اس کے بعد ارقام ہے:۔

"رابعاً اگر بات یہی تھی جو یہ مفسرین بیان کرتے ہیں تو خصمین کے پورے مقدمے کو نقل کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ یہ بات قرآن کے اسلوب کے خلاف ہے کہ وہ کسی واقعہ کی ایسی تفصیلات نقل کرے جس سے اصل مقصود پر کوئی روشنی نہ پڑتی ہو۔

بات تو وہی ہے جو "برہان" میں بیان کی گئی، رہا خصمین کے مقدمہ کی پوری روئداد نقل کرنے کا معاملہ تو قرآنِ عزیز نے اس لیے اس کو مفصل بیان کیا تاکہ اصل تنبیہ کے ساتھ ساتھ حضرت داؤدؑ پر یہ بھی واضح ہو جائے کہ خلافتِ الٰہیہ کے منصب میں تھوڑی سی تقصیر کی بنا پر ظلم و عدوان اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ضعیف کی زندگی قوی کے سامنے ہیچ ہو کر رہ جاتی ہے پس اگر تم اسی طرح کوتاہی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس کے نتائج کس قدر مہلک ہونگے پس تم کو چاہیے کہ منصب نبوت اور خلافت الٰہیہ کی انجام دہی کے لیے کسی وقت بھی لوگوں پر اپنے دروازے بند نہ کرو، سو اگر معاملہ کو صرف اجمالی طور پر ہی ذکر کر دیا جاتا تو جس امر پر حضرت داؤدؑ کو متنبہ کیا جا رہا تھا سامعین کے سامنے اُس کی اہمیت اتنی قوت کے ساتھ نہ آسکتی جس قوت کے ساتھ مقدمہ کی تفصیلی روئداد کے بعد آجاتی ہے۔ اب انصاف سے غور کیا جائے کہ کس طرح اس تفصیل سے مقصود پر روشنی پڑ رہی ہے ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب!

اس کے بعد ارشاد ہے:-

"خامساً عبادت میں افراط اور کثرت ایسی چیز نہیں ہے جس کو "ہویٰ" سے تعبیر کیا جائے، قرآن نے کہیں بھی اس فعل کو ہوائے نفس کی طرف منسوب نہیں کیا ہے اور نہ کوئی ایک مثال ایسی ملتی ہے کہ کثرت عبادت پر کسی کو عتاب فرمایا گیا ہو۔ الخ

"مقالہ نگار" کے پہلے جملے معلوم نہیں کہ کس کو خطاب کر رہے ہیں اس لیے کہ جس کی تاویل کی کمزوری کے اظہار کے لیے یہ پانچویں دلیل بیان کی گئی ہے اُس کے تو کسی ایک جملہ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لا تتبع الھویٰ میں "ہویٰ" (خواہشِ نفس) کا مصداق "عبادتِ الٰہی" ہے۔ اگر برہان کے مضمون کو ذرا تامل و غور سے پڑھ لیا جاتا تو شاید کمزوریوں کے اضافہ میں اس پانچویں دلیل کی ضرورت نہ پیش آتی۔

اس لیے کہ اُس میں تو اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ لا تتبع الھویٰ کو واقعہ کے ابتدائی جملوں سے مربوط کرنے اور آیۃ یٰداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کو پیش نظر نہ رکھنے سے ہی یہ فاسد خیال جما لیا گیا کہ العیاذ باللہ حضرت داؤد کی ہویٰ (خواہشِ نفس) یہی تھی کہ وہ اوریا کی بیوی کو اپنانا چاہتے تھے اور حق تعالیٰ نے اسی وجہ سے اُن پر عتاب فرمایا، حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ اصل میں اس جملہ کا تعلق خلیفۃ فی الارض سے ہے اور بتانا یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصود ہے کہ جب تم خلیفۃ اللہ فی الارض ہو تو سمجھ لو کہ نیابتِ الٰہی کا سب سے بلند مقام یہ ہے کہ اُس میں خدا کی وحی کے سوا خواہشِ نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ ہو تاکہ خلیفہ خلیفۃ اللہ کہلا سکے، اور گمراہوں کی صف میں شامل نہ ہو جائے۔ گویا ہوٰی کا ذکر کسی گزشتہ لغزش پر تنبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ خلافت الٰہیہ کی اساسی تعلیم کے اظہار کے لیے۔ اور یہ بتانے کے لیے ہے کہ دنیوی حکومت اور خلافت الٰہیہ کا سب سے بڑا تفاوت اس ایک نقطہ میں ہے کہ پہلی چیز کا مقصد "ہوائے نفس" اور نتیجہ "ضلالت" ہے۔ اور دوسری چیز کا مقصد "اتباعِ امرِ الٰہی" اور نتیجہ "فوز و فلاح" ہے۔ جیسا کہ وضاحت کے ساتھ "برہان" میں لکھا جا چکا ہے۔

رہا یہ امر کہ عبادتِ الٰہی پر قرآن عزیز میں عتاب ثابت نہیں۔ سو اعتراض کا یہ انداز ایسا ہے جیسا کہ سورۂ "عبس و تولّٰی" کی تفسیر میں کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ تبلیغ کی مشغولیت کے وقت کسی اتفاقی دخل در معقولات پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناگواری ظاہر فرمانا ایسا امر نہیں تھا کہ موجب عتاب ہوتا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امراء قریش سے قبول اسلام کی توقع پر اس شرط سے کہ فقراء اسلام مجلس میں موجود نہ ہوں، بات چیت کرنے اور اتفاقاً نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم کے حاضر ہو کر نادانستگی سے سوال کر لینے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہونے پر حق تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں عتاب فرمایا۔ کیونکہ آپ کی یہ ناگواری تبلیغِ اسلام کے شوق میں تھی۔ اور قرآن میں کہیں ثابت نہیں کہ تبلیغِ اسلام پر عتاب کیا گیا۔ بہرحال برہان میں اس موقعہ پر جس طرح مسئلہ کی حقیقت کو روشن اور آشکارا کیا گیا ہے اگر اس کو ایک مرتبہ بنظر غائر دیکھ لیا جاتا تو یہ بآسانی معلوم ہو سکتا کہ مقصود عبادتِ الٰہی پر عتاب کرنا نہیں ہے، بلکہ کسی دن پورے اوقات میں خلافت الٰہی سے بے پرواہ ہو کر لوگوں پر دادرسی و فریاد رسی کے دروازے بند کر دینے پر عتاب ہے۔ جیسا کہ سورہ "عبس" میں تبلیغ اسلام پر عتاب نہیں ہے بلکہ اس مخصوص طریقہ کے اختیار پر عتاب ہے کہ امراءِ قریش کی توقعِ اسلام کی وجہ سے فقراء اسلام کی اس طرح دلشکنی کیوں کی گئی۔ مگر چونکہ یہ بندش عبادت کے سلسلہ میں پیش آئی اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضمنی طور پر اس کا بھی تذکرہ آگیا ورنہ مقصود بالذات یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے۔

نیز حدیث "لارہبانیۃ فی الاسلام" اور نہی عن التقشف فی العبادۃ کی تمام احادیث صحیحہ کیا اس بات کو ثابت نہیں کرتیں کہ عبادتِ الٰہی اگرچہ اسلام کے اہم اور بنیادی امور میں سے ہے مگر جب واجب اور ضروری حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بھی "نفل" عبادت مخل انداز ہونے لگے تو اسلام اُس پر سختی سے متنبہ کرتا، اور اُس کو روکنے کے لیے زبان وحی ترجمان سے وہ کہلواتا ہے جو رہبانیت (جوگیانہ زندگی) کی ممانعت میں مذکور ہے۔

اس کے بعد ارقام ہے:۔

"ان وجوہ" سے ہمارے نزدیک یہ تاویل بھی قابل قبول نہیں"۔

لیکن یہ "وجوہ" تو خود ناقابل قبول ہیں جیسا کہ ابھی شرح وبسط سے بیان کیا گیا۔ اس لیے اگر اس تاویل کی عدم مقبولیت کی واقعی کوئی وجہ ہو تو ہمیں تسلیم کرنے میں ادنیٰ تامل نہیں ورنہ ایک ضعیف، بلکہ باطل اور غیر ثابت روایت پر اپنی تاویل کی بنیاد قائم کرنا، اور ایک مدلل و مبرہن تاویل کو کمزور دلائل سے کمزور بنانا انصاف اور علمی اصول کے قطعاً خلاف ہے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواطر و سوانح

افاداتِ علامہ ابنِ جوزی

از مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی

دنیا کی راحتوں سے اہل علم و فضل کی محرومی

اہل علم و فضل اور اصحاب کمال کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر وہ ہیں جو دیوی عیش و نشاط سے محروم ہو چکے ہیں اور جن کے لیے دنیا کی لذتوں اور معیشت کی فراخیوں میں بہت کم حصہ رہ گیا ہے عام طور پر تمام فارغ البالیاں اُن کے لیے ہیں جو علم سے عاری ہنر سے بے بہرہ ہیں اور فضل و کمال سے دور کا بھی علاقہ نہیں رکھتے۔

صورتِ حال کی اس تلخی سے اہل کمال آزردہ خاطر اور ملول ہوتے ہیں، سوچتے ہیں آخر یہ کیا ہے بے ہنروں کے قدموں پر دولت کے انبار لگ رہے ہیں، ہم ہیں کہ زندگی کی راحتوں کو ہم سے بیر ہے، اور دولت کی یہ کیفیت ہے کہ ہمارے سایے سے بھاگتی ہے۔

میں نے ایک دوست سے جو اسی رنگ کی حماقت کا شکار تھا ایک دفعہ کہا افسوس تم پر آخر اس غم میں کیوں گھلے جاتے ہو؟ اپنے معاملہ میں ذرا غور کرو اور عقل و تدبر سے کام لو تو تمہیں اپنی غلط اندیشی کا احساس ہو جائیگا اور اُن خیالات کی بے حقیقتی کا اندازہ کرسکو گے جو تم نے اپنے دل میں پکا رکھے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ دیکھو اگر دنیا کی طلب تمہیں بے چین کر رہی ہے اور تم اُس کے لیے ایسے ہی مضطرب ہو تو حسرت و حرمان کے آنسو بہانے کی جگہ ضرورت اس کی ہے کہ دنیا حاصل کرنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کرو، اپنی آرزوؤں کی پامالی پر افسوس کرکے بیٹھ رہنا اور جد و جہد سے جی چرانا مردوں کا شیوہ نہیں یہ تو عجز و درماندگی کی انتہا ہے، اور ہاں کیا تمہارے علم نے تمہاری اتنی بھی رہنمائی نہیں کی کہ تم یہ سمجھ سکو، خور و نوش میں (جو دنیا کی لذتوں کا سرچشمہ ہے) انسانوں کا حصّہ حیوانوں کی نسبت سے کتنا حقیر ہے۔ سوچو ایک جانور انتہائی بے فکری سے مزے لے لے کر جس قدر رکھاتا ہے کیا اُس کا دسواں حصّہ بھی تمہارے پیٹ میں جاتا ہے۔ پھر مقدار کی کمی کے ساتھ فکر و بے اطمینانی اور خوف کی مصیبت جُدا رہی۔ اچھا اب اگر انسانوں کے لیے بھی وہی کچھ ہو جو بہائم کے لیے ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی کہ انسانوں کا شمار بھی اسی جنس میں ہونے لگے۔

انسان جب حیوانی خصلتوں کا خوگر ہوگیا تو اس کے معنی کسبِ فضائل سے محروم ہونے کے علاوہ اور کیا ہوئے؟ جسمانی لذتوں کو نصب العین بنانے والا ملکات و کمالات کے اُس مقام پر کبھی نہیں پہنچ سکتا جو قدرت نے انسان کے لیے مخصوص کیا ہے، اور کیا تمہارے دماغ میں اتنی روشنی بھی باقی نہیں رہی کہ یہ سمجھ سکو دنیا عبور کی جگہ ہے قیام کی نہیں، سب جانتے ہیں دنیا کی کسی نعمت کو قرار نہیں جس دولت کی جستجو میں تم اس درجہ حواس باختہ ہو رہے ہو اُس کی بیوفائی پر ایک بے پڑھا لکھا انسان بھی یقین رکھتا ہے تمہیں تو خدا نے علم و فہم کی دولت سے نوازا ہے سمجھو اور پھر سوچو۔

شیطان کا ایک بہت بڑا فریب

شیطان کے بے شمار حیلوں اور مکروں میں ایک بہت بڑا اور عجیب قسم کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے وہ دولت والوں کو طرح طرح کی آرزوؤں اور تمناؤں کے جال میں پھنساتا ہے اور تلذذ و تنعّم کے سبز باغ دکھا کر اُن کی عقلیں اس طرح گم کر دیتا ہے کہ آخرت اور اعمالِ آخرت سے اُنہیں کوئی سروکار نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ جب اُسے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ یہ سادہ لوح پوری طرح اُس کی گرفت

© rasailojaraid.com